پادری عبدالحق

ضروریاتِ عقلی

"پھر بھی کاملوں میں ہم حکمت کی باتیں کہتے ہیں۔ لیکن اس جہاں کی اور اس جہان کے نیست ہونے والے سرداروں کی حکمت نہیں۔ بلکہ ہم خدا کی وہ پوشیدہ حکمت بھید کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ جو خدا نے جہان کے شروع سے پیشتر ہمارے جلال کے واسطے مقرر کی تھی" (۱ کرنتھیوں ۲: ۶ و ۷)

ایسی ضروریات عقلی جو صرف بائبل مقدس کی الہٰی حکمت پر مسیحی عقائد ہی پوری ہو سکتی ہیں ان میں سے چند بطور مختصر طالبان حق کے فائدہ کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ اس بیان کے دو حصہ ہوں گے۔ حصہ اول میں چند ضروریات عقلی اختصار کے ساتھ براہین عقلی سے مبرہن ہوں گی۔ اور حصہ دوم میں بائبل مقدس کے بیانات کے رو سے ان ضروریات کی تکمیل و تشریح پیش کی جائے گی

(۱)

وحدت و کثرت متضائفین ہیں۔ کیونکہ ایک کے مفہوم کا تعقل دوسرے کے مفہوم کے تعقل پر موقوف ہے۔ نہ ان میں عدم و ملکہ کا تقابل پایا جاتا ہے نہ ضدین کا اور نہ نقیضین کا۔ پس اگر کسی معنی کی وحدت کا مفہوم ازلی مانا جائے گا۔ تو وہ ازلی کثرت کی نسبت و اضافت سے متعقل ہو گا اور بنا بریں ہر مفہوم کی ازلی کثرت کے انکار سے ہر مفہوم کی ازلی وحدت کا انکار لازم آئے گا۔ چنانچہ خارجی عالم میں ایسی وحدت کا مفہوم ناپید ہے۔ جو کہ ہر طرح کی کثرت و نسبت و اضافت، کے بغیر متعقل ہو سکے اور انسانی عقل بھی ایسی وحدت کے ثبوتی مفہوم کے تعقل و تصور سے عاجز و قاصر ہے جو کہ ہر طرح کی کثرت کے ثبوتی مفہوم کی نسبت و اضافت کے بغیر مفروض ہو۔ اور لامحالہ جس مفہوم کا ثبوتی طور پر تعقل ہی محال ہو۔ اور جس کی مثال تک اعیان میں موجود نہ ہو۔ اس کا مصداق خلاف عقل ٹھہرے گا نہ کہ فوق العقل کیونکہ فوق العقل وہ امر ہوگا۔ جس کے وجود کی ضرورت از روئے عقل ثابت ہو۔ اور جس کا ثبوتی مفہوم مثالی پیرایہ میں معلوم ہو سکے۔ لیکن اس کے مصداق کی شکل، عالم محسوسات میں نہ پائی جائے۔ اور اس کی حقیقت و کیفیت کا علم، انسانی عقل کی پہنچ سے باہر ہو۔ پس جس امر کا کوئی ثبوتی مفہوم ہی متعقل نہ ہو سکے اور جس کی خارج میں مثال تک ناپید ہو۔ وہ وہم محض پر مبنی اور خلاف عقل ٹھہرے گا۔ اور لوگ خدا تعالےٰ کی ایسی وحدت ذاتی کے قائل ہیں کہ جس کا مفہوم ہر طرح کی کثرت کے مفہوم کا منافی ہے وہ نہ ایسی وحدت کے مفہوم ثبوتی کی تعریف بیان کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس کی مثال پیش کر سکتے ہیں اور جیسا کہ کتاب "اثبات التثلیث فی التوحید" میں بحوالہ "حیات النفوس" واجب الوجود کی سلبی وحدت کی تشریح منقول ہو چکی ہے۔ اردو میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "جو واحد کثیر پر محمول نہ ہو۔ اور اس کا مفہوم اعتباری محض نہ ہو۔ تو وہ قابل قسمت ہو گا یا نہ ہو گا؛ اگر قابل قسمت نہ ہو گا۔ تو وہ اشارہ حسی کے قابل ہو گا یا نہ ہو گا؛ اگر ہو گا تو وہ نقطہ ہے۔ اور اگر اشارہ حسی کے قابل نہ ہو گا۔ تو واحد مطلق ہے اور واحد مطلق میں اگر کثرت کا عقلی اعتبار (بطور اعتباری محض) ممکن ہو تو عقل ہے اور اگر کثرت کا عقلی اعتبار بھی ممتنع ہو۔ تو واجب الوجود ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ واجب الوجود کی وحدت کا مفہوم نہ صرف ایک مفروض شی نقطہ ہی کا سلبی مفہوم ہے۔ بلکہ نقطہ کا

سلبی مفہوم اور اس کا سلبی مقابل واحد مطلق ہے۔ اور واحد مطلق کے سبھی ثبوتی و سلبی دو مفروض مفہوموں میں سے ثبوتی مفہوم حکما کی ایک مفروض و موہوم کلی عقل ہے اور عقل کا سلبی مقابل واجب الوجود ہے۔ اور اس مفروض سلب محض کے معتقدین واجب الوجود کے ہر ثبوتی مفہوم کو شرک قرار دیتے ہیں مگر اپنی طرف سے توحید واجب کا کوئی ثبوتی مفہوم پیش کرنے کے بجائے ممتنع الوجود کے مفہوم کا مفروض واجب الوجود پیش کر دیتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ واجب الوجود کے مفروض مفہوم (سلب محض) کی طرف بعض ایسی ذاتی صفات منسوب کرتے ہیں۔ جن کے مفہومات ممتاز اور ثبوتی ہیں۔ اور جو بیشتر بائبل مقدس میں مذکور ہو چکے ہیں۔ جیسے کہ حیات۔ کلام۔ علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ سمع اور بصر۔ لیکن ان کثیر ثبوتی صفات کے ذات واجب کی مفروضہ سلبی وحدت کے ساتھ علاقہ کی معقول توضیح پیش کرنا ان کے لئے مشکل ہے۔ چنانچہ ایک فرقہ اس لئے کثیر صفات کو غیر ذات قرار دیتا ہے۔ کہ کثیر کو واحد محض کا عین قرار دینا محال ہے۔ لیکن اس عقیدہ سے تعدد قدما کا استحالہ لازم آتا ہے۔ اس لئے ایک اور فرقہ صفات کثیرہ کو ذات واحد محض کا عین قرار دیتا ہے۔ جس سے درحقیقت صفات کی کثرت کے حقیقی ہونے کا انکار لازم آتا ہے اور وہ اعتباری محض ٹھہرتی ہیں۔ اور ان کو ذات واحد محض کا عین فرض کرنا کثیر صفات کی نفی کا مستلزم ہے۔ نیز اس صورت میں صفات کے ثبوتی مفہوم کا علم ہی محال ٹھہریگا کیونکہ صفات کے بغیر ذات واحد محض کا کوئی ثبوتی مفہوم ہو نہیں سکتا اور جب صفات کو عین ذات فرض کر لیا گیا تو صفات کے ثبوتی مفہوم کا علم ذات کے ثبوتی مفہوم کے علم پر موقوف ٹھہریگا پس صفات کے ثبوتی علم کا حصول ممتنع ہوگا۔ اور ذات واحد محض کے ساتھ کسی طرح کی ذاتی یا اضافی صفات کا لگاؤ ممکن نہ ہوگا۔ مذکورہ مشکلات سے بچنے کے لئے ایک اور فرقہ "لاعین ولا غیر" کا قائل ہے۔ تاکہ نہ تکثر وجہا کا محال لازم آئے اور نہ صفات کثیرہ کی نفی لازم آئے۔ لیکن اس سے صریح طور پر ارتفاع نقیضین کا محال لازم آتا ہے جس کو ان کی کوئی رکیک تاویل رد نہیں کر سکتی۔ غرضیکہ واحد محض کا مفہوم چونکہ سلب محض ہے۔ اس لئے کسی طرح کے حقیقی اور ثبوتی صفات کثیرہ کی نسبت و اضافت اس کے ساتھ ممکن ہی نہیں

اور جس طرح سے ازلی واحد محض کا عقیدہ خلاف عقل ٹھہرتا ہے اسی طرح سے تین متغائر ازلی ماہیتوں کا عقیدہ بھی خلاف عقل ہے۔ کیونکہ اگر متعدد متغائر ازلی ماہیتیں فرض کر لی جائیں تو:۔ (الف) ان کی کثرت کسی وحدت کی نسبت کے بغیر مفروض ہوگی۔ جس کی نہ کوئی ثبوتی تعریف ہو سکتی ہے اور نہ خارج میں اس کی مثال ہی پائی جاتی ہے (ب) یا تو وہ متغائر ماہیتیں واجب بالذات مفروض نہ ہوں گی۔ اور اس سے ان کی ازلیت باطل ٹھہرے گی۔ اور یا ان کے مختلف ماہیتوں کا وجوب کلی مشکک ٹھہریگا۔ کیونکہ ہر ماہیت کے وجوب کا الگ الگ مفہوم ہوگا اور یہ صریح بطلان ہے۔ کیونکہ وجود کے استقلال اور قائم بالذات ہونے کے ماسوا وجوب کا کوئی مفہوم نہیں ہو سکتا۔ (ج) تین مختلف ماہیتوں کی کثرت عددی ماننی پڑے گی۔ اور ایک معدود سے زائد دوسرا اور دوسرے سے زائد تیسرا معدود ہوگا۔ جس سے تینوں محدود ٹھہریں گے کیونکہ غیر محدود سے زائد کا فرض ہی محال ہے۔ اور کوئی محدود واجب بالذات نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے بعض جگہ اسکے نہ ہونے کی ضرورت یا اسکے نہ ہونیکا امکان لازم آئیگا حالانکہ واجب کا وجود ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ضروری ہے اگر کسی جگہ یا کسی زمانہ میں اس کا عدم یا امکان لازم آیا تو اس کا وجود ضروری اور واجب نہ رہا۔

پس از رو‌ئے عقل، ذات واجب کی ازلی و ذاتی وحدت اور اس کی ازلی و باطنی کثرت کی ضرورت ثابت ہے اور کائنات عالم سے اس کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن اس بے مثل ذات کی مثل ممتنع ہے۔ اس کی وحدت ذاتی و کثرت باطنی کی حقیقت و کنہ کا علم فوق العقل ہے۔ پس نہ اس کی ازلی وحدت کی حقیقت مخلوقات کی وحدت کی مثل ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس کی کثرت کی حقیقت، کائنات عالم کی کثرت کی مانند ہو سکتی ہے۔

(۲)

واجب الوجود کا مفہوم کلی ہوگا یا جزئی۔ اور کلی وہ مفہوم ہے جس کے کثیرین پر صادق ہونے کو عقل جائز رکھے اور جزئی وہ مفہوم ہے جس کے کثیرین پر صادق ہونے کو عقل جائز نہ رکھے مسلم منطقین نے واجب الوجود کا مفہوم کلی مانا ہے کیونکہ جزئی مانیں تو وہ ضرور کلی ذاتی کی طرف مضاف ہوگا۔ اس لئے کہ کلی و جزئی متضائفین ہیں لیکن مسلم حکما نے واجب الوجود کو کلی ممکن الافراد ماننے کے باوجود اس کے ساتھ ایک فرد ممکن اور دیگر افراد کے امتناع کی شرط کا ثبوت

صرف تقلیدی اعتبار سے لگا دی ہے۔ کیونکہ واجب الوجود کو واحد محض مان کر اس کی باطنی کثرت ثابت ہی نہیں ہو سکتی۔ اور خارجی افراد کے فرض سے اس کے شرکا لازم ٹھہریں گے۔ اس لئے انھوں نے واجب الوجود کو کلی ممکن الافراد ماننے کے باوجود اس کے ایک فرد کے ممکن ہونے اور دوسروں کے امتناع کا حکم کسی عقلی حجۃ و ثبوت کے بغیر ازراہ تحکم لگا دیا۔ ورنہ یہ حکم عقلی ہونے کے بجائے خلاف عقل ٹھہرتا ہے کیونکہ اس صورت میں ایک ہی کلی کے افراد پر امکان و امتناع کے نقیضین کا حکم لازم آئے گا اور اس طرح سے ممکن الوجود اور ممتنع الوجود دونوں واجب الوجود کلی کی جزئیاں ٹھہریں گی جس سے اجتماع نقیضین کا استحالہ لازم آئے گا۔ اور واجب الوجود کو کلی ماننے سے اس کا پانچ کلیوں میں سے کوئی کلی ہونا لازم آئے گا مسلم حکما نے اس کے متعلق سکوت اختیار کرنے میں ہی مصلحت سمجھی ہے۔ لیکن کلیاں چونکہ دو عرضی اور تین ذاتی پانچ ہی قسم کی ہو سکتی ہیں۔ اس لئے واجب الوجود کو کلی مان کر ان میں سے کسی کی مثال قرار دینا ضرور ہے۔ پس ذات واجب کو دو عرضی کلیوں میں سے کسی کی مثال قرار دینا تو خارج از بحث ہے۔ اور کلی ذاتی میں سے جنس اور فصل چونکہ جز ماہیت یعنی جز مقوم اور جز مقسم ہیں۔ اس لئے وہ غیر متجزی ذات کی ماہیت سے متعلق نہیں ہو سکتے اور اس کی ذات پر واجب الوجود کا اطلاق بھی اس کی فوق العقل حقیقت کو مثالی طور پر سمجھنے کے لئے ہے۔ ورنہ وجود اس کا جز عام نہیں اور واجب اس کا جز مخصص نہیں۔ کیونکہ اس کی ذات پاک میں کسی طرح کے تغایر و تماثل کا امکان ہی نہیں۔ اور اس کے لئے عمومیت و خصوصیت کا فرض ہی باطل ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ وجود کا اطلاق اس پر اعتباری معنی میں ہے۔ جیسے کہ ممکن الوجود اور ممتنع الوجود پر بھی اس کا اطلاق اعتباری ذہنی کے طور پر ہے۔ نہ کہ اعتباری نفس الامری کے طور پر۔ کیونکہ ممتنع کا خارج میں عدم ضروری ہے۔ پس عدم محض پر وجود کا اطلاق صرف ذہنی اعتبار کے طور پر ہی ہو سکے گا۔ اور کلی ممکن الافراد (امکان بمعنی خاص) کا کوئی فرد ازل میں موجود نہ ہونے بلکہ مسبوق بالعدم ہونے کے باوجود وہ ممکن الافراد ہے جس سے مراد یہ ہے کہ خارج میں اس کے عدم و وجود دونوں کا امکان ہے اور اس کے عدم پر وجود کی ترجیح کا سبب تاثیر واجب الوجود ہے۔ ورنہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے نہ اس کا وجود ضروری ہے اور نہ عدم ضروری ہے۔ اور کلی واجب الوجود کے عدم کا فرض بھی ممتنع ہے۔ کیونکہ کوئی جگہ ایسی فرض نہیں کی جا سکتی۔ جہاں اس کا وجود ضروری نہ ہو اور کوئی زمانہ بھی ایسا مفروض نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اس کا وجود ضروری نہ ہو۔

الحاصل! کلی واجب الوجود کا مفہوم نہ عرض عام ہوگا نہ خاصہ۔ اور نہ جنس نہ فصل بلکہ بمنزلہ نوع کلی کے ہوگا۔ لیکن کسی حادث نوع کلی کی مانند نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حادث و طبعی نوع کلی کے افراد اگرچہ متفقۃ الحقیقۃ اور متعدد بالذات ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں کثرت عددی پائی جاتی ہے اور وہ الگ الگ اجسام کے محدود و متغائر اشخاص ہوں گے چنانچہ مثال کے طور پر نوع انسان (جو کہ اپنے خالق کی صورت پر مخلوق ہوئی) کے اشخاص اپنی ماہیت اور صفات ماہیت (نوعی صفات) میں متحد ہیں۔ لیکن شخصی صفات و اجسام کے اعتبار سے متعدد و متغائر ہیں بنابریں نوع انسان کی ماہیت، ذات واجب کی مثال ہو سکتی ہے اس کی مثل اور مانند نہیں ہو سکتی۔ پس واجب الوجود کا مفہوم بمنزلہ نوع کلی کے ہے اور اس کے بمنزلہ اشخاص (باطنی کثرت جو بمثال جزئیات ہے اور جس کو اصطلاحی طور پر بمنزلہ محل صفات کہہ سکتے ہیں) کا ذات و صفات ذات میں واحد اور صفات فعل میں ممتاز ہونا قرین قیاس ہے کیونکہ کلی واجب الوجود کی کثرت نہ افرادی ہو سکتی ہے نہ خارجی اور نہ عددی۔ اس لئے کہ اس کی ذات بے مثل اور لاشریک اور لامحدود ہے پس اس کی کثرت کا بمنزلہ محل صفات اور باطنی اور امتیازی ہونا قرین قیاس ہے۔

(۳)

خدا تعالیٰ واجب بالذات اور مستغنی عن الغیر ہے اس لئے اس کی حقیقۃ محضہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ نیز چونکہ وہ کائنات محدثہ کی علت العلل اور خالق مخلوقات ہے۔ اس لئے اس کی حقیقت اضافیہ کا انکار بھی ممکن نہیں۔ اور اگر یہ دونوں حقیقتیں متغائر فی الماہیت مفروض ہوں۔ تو تعدد وجبا کا استحالہ لازم آئے گا۔ پس دونوں حقیقتوں کا متضائف اور واحد بالذات ہونا ضرور ہے۔ اور ازیں جہت دونوں ممتاز حقیقتوں کا یعنی متضائفین ازلی میں۔ حقیقۃ وحدۃ لازم آئے گی اور اس طرح سے واحد واجب بالذات میں حقیقۃ محضہ حقیقۃ اضافیہ سے۔ حقیقۃ وحدۃ کی ازلی اور باطنی کثرت کا مسلمہ

صحیح ہوگا۔ واجب بالذات کی ازلی وحدۃ میں ازلی اور باطنی کثرت کے متعلق یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ کثرت کا اعتبار تو دو سے لیکر الی مالا نہایہ ہے۔ پھر کیوں ذات واجب میں تین بمنزلہ محل صفات کی کثرت ہی معتبر ہے۔ دو یا چار کی نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ازلی وحدت کے مفہوم کے تعقل اور نسبت کے لئے ازلی کثرت کے مفہوم کی نسبت واضافت کی ضرورت ثابت کرنا عقل کا کام ہے لیکن کثرت نفس الامری کی تعیین، عقل کا کام نہیں۔ چنانچہ انبوہ یا فوج کے لفظ کا اطلاق از روے عقل، فرد واحد پر نہیں بلکہ غیر معین کثرت کے اعتبار پر ہوگا۔ لیکن کسی خاص جگہ اور وقت کے انبوہ یا فوج کی واقعی کثرت ضرور معین ہوگی۔ اور اس کے خارجی شمار کی تعیین اعتبار عقلی سے نہیں۔ بلکہ مشاہدہ یا متواترہ شہادتوں یا صحیح تواریخ سے متعلق ہے۔ اور یہ وسائل بھی بدیہی اور خارجی کثرت کے لئے ہوسکتے ہیں لیکن جس کثرت کا اعتبار نفس الامری، نادیدہ اور فوق الحواس اور فوق العقل حقائق سے متعلق ہوگا۔ مثلاً فرشتوں یا ارواح کی خارجی کثرت یا ذات واجب کے محل صفات یا صفات کی باطنی کثرت کی تعیین کا اعتبار نفس الامری ضرور الہام اور روحانی ہدایت وروشنی سے متعلق ہوگا۔ پس از روے عقل، واحد ذات واجب میں ازلی وباطنی کثرت کا اعتبار ضروری ہے مگر اس واقعی اور نفس الامری کثرت کی تعیین عقل کی پہنچ سے باہر اور فوق العقل ہے۔ اس کے باوجود، استدلال انی اور تثلیث وحدت انسان (یعنی مخلوق سے خالق پر استدلال) کے رو سے ذات خالق میں تین محل صفات کی کثرت ہی قرین قیاس اور مرجح ہوسکتی ہے۔ چنانچہ انسان جو اشرف المخلوقات اور اپنے خالق کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اس میں تین ہی قسم کی صفات ہیں یعنی نفسانی۔ مثلاً بھوک پیاس۔ سونا۔ جاگنا۔ حس وحرکت وغیرہ یعنی عقلی۔ مثلاً سوچنا۔ سمجھنا۔ بدیہیات سے نظریات کا استنباط وغیرہ یعنی روحانی۔ مثلاً نیکی وبدی ایثار و خود غرضی۔ حلم وتکبر۔ اندیکھی حقیقتوں پر ایمان۔ موت کے بعد زندگی کی امید اور ابدی راحت کے حصول کی آرزو وغیرہ پس واحد ذات انسان میں تین ہی محل صفات ہیں۔ یعنی نفس عقل وروح۔ چونکہ نہ انسان کی ذات اور ماہیت ہیں اور نہ صفات بنا بریں انسانی ماہیت وصفات سے ان کے امتیاز کے لئے محل صفات کی اصطلاح مناسب معلوم ہوتی ہے اور یہ تین محل صفات نہ صرف ذات ماہیت میں متحد بلکہ ایک ہی انانیت سے متعلق ہیں۔ اور اپنے صفات فعل یعنی نفسانی۔ عقلی اور روحانی صفات کے آثار سے وہ باہم ممتاز ہیں اسی طرح بائبل مقدس اور دیگر مذہبی کتب میں ذات الٰہی کو نور کی مثال دی گئی ہے اور طبعی نور کا منبع سورج ہے۔ اس کی واحد شعاع میں بھی باعث حرارت۔ باعث ضیا اور باعث کیمیائی تاثیر کے تین محل صفات ہی پائے جاتے ہیں۔ جو تین آثار یعنی گرمی روشنی اور جسمانی زندگیوں میں کیمیائی اثر کے اعتبار سے باہم ممتاز ہیں۔ اور ذات واجب کے متعلق اس حقیقت کو ماننا ناگزیر ہے۔ کہ اس کی ذات وازلی لوازمات پر لفظی دلالت التزامی ہی ہوسکتی ہے نہ کہ مطابقی یا تضمنی۔ پس مخلوقات کے ذوات ومحل صفات وصفات اس کی مانند نہیں بلکہ مثال ہی ہوسکتے ہیں۔ اور اس جہت سے اس کے لئے بمنزلہ ذات اور بمنزلہ محل صفات اور بمنزلہ صفات کے الفاظ کا استعمال قرین حقیقت ہوگا۔

(۴)

ذات واجب کو مخلوقات کا خالق ماننے کی جہت سے مخلوقات کے ساتھ اس کی اضافت ضرور ہوگی۔ کیونکہ علت ومعلول مضافین ہیں۔ پس یہ اضافت صرف ازلی مفروض ہوگی یا صرف حادث یا ازلی وحادث دونوں؟ اگر مخلوقات کے اعتبار سے خالق کی اضافت اس کے ساتھ ازلی فرض کی جائے۔ تو مخلوقات کی ازلیت لازم آئے گی۔ اور اگر صرف حادث اضافت فرض کی جائے تو چونکہ ذات واجب ازل ہی اضافت سے خالی مفروض ہوگی اسلئے حدوث اضافت سے ذات واجب میں امکان کا اضافہ اور ذات قدیم کے لئے اضافت حادثہ کا انضمام لازم آئے گا جو محال ومستحیل ہے کیونکہ ذات واجب کا مستقل بالذات وکامل فی الصفات ہونا ضرور ہے۔ پس اس کی ذات میں ازلی وباطنی اضافت ضرور ہے۔ اور حادث وخارجی اضافت اسی ازلی وباطنی اضافت کا اثر اور اس کے ازلی جلال کی ظہوری کا صدوری قیام ہوگا اور ازلی مضافین میں ذاتی وحدت ضرور ہوگی جس سے واحد ذات ازلی میں تین محل صفات باطنی کا ماننا قابل قبول ہوگا۔

(۵)

جیساکہ مبرہن ہو چکا۔ خداتعالےٰ کو کائنات عالم کا خالق و مالک و پروردگار ماننے سے ممکنات محدثہ کے ساتھ اس کی اضافت تخلیقی تملیکی اور تکمیلی لازم آئے گی۔ پس تضائف سے ذات واجب کا کمال اور وجوب مفروض ہوگا یا نقص اور امکان ؟ نقص اور امکان کے فرض سے اس کے واجب بالذات اور کامل علی الاطلاق ہونے کا انکار لازم آئے گا۔ اور کمال و وجوب ماننے کے اعتبار سے اسکے تضائف کا صرف حادث اور خارجی ہونے کا مفروضہ باطل ٹھہریگا۔ کیونکہ :۔

ملہ خداتعالےٰ ازلیت میں اور مرتبہ ذات میں اس ضرورت اور کمال سے خالی مفروض ہوگا ملہ ممکنات محدثہ (جن کے لئے وجود ضروری ہے نہ وہ کامل مطلق ہو سکتی ہیں) کے ساتھ کامل اور ضروری تضائف کا فرض ہی ممتنع ہے۔ پس اس کی ازلی و باطنی اضافت کی ضرورت ثابت ہے۔ اور ذات واجب میں ازلی و باطنی اضافت ماننے سے اس کے ازلی و باطنی مضافین کی ازلی و حقیقی وحدت کا لزوم ثابت ہوگا جس سے حادث و خارجی مضافات اس کے ازلی و باطنی کمال کی معنوی کے صدوری آثار ٹھہریں گے۔ نیز اگر واحد ازلی حقیقت کی تکثیر اور حادث اشیا کے ساتھ خارجی اضافت ممکن مفروض ہوگی۔ تو واحد بالذات اور حقیقی مضاف کے ساتھ اسکی ازلی و باطنی اضافت ضروری ثابت ہوگی۔

تنبیہ۔ اگر حدوث اضافت کے ایراد کو ٹالنے کے لئے خداتعالےٰ کی ازلی اضافت :۔

ملہ خارجی ازلی ہستیوں کے ساتھ مفروض ہو۔

ملہ اس کے ازلی معلومات کے ساتھ منسوب کی جائے

ملہ مخلوقات کی قدیم کلی کے ساتھ مفروض ہو۔ جس کی جزئیات حادث ہوں

براعتبار اول :۔ (الف) خارجی ازلی ہستیوں کے ساتھ خدا کی ازلی اضافت کے مفروضے سے تعدد قدما لازم آئے گا۔ جس کا بطلان مبرہن ہو چکا (ب) وجوب کے لئے کلی عرضی۔ خارج ازماہیت اور تغیر پذیر ہونے کے محالات لازم آئیں گے کیونکہ متعدد و متغایر ازلی ہستیاں مفروض ہوں گی۔

براعتبار دوم :۔ معلومات باری تعالےٰ کے حدوث و صدور سے پہلے ان کے ساتھ خالق کی اضافت اعتباری محض کے طور پر اور یک طرفہ مفروض ہو سکے گی کیونکہ اگرچہ محدثات کے وجود خارجی اور موجودات علمی ہونے کے اعتبار سے خداتعالےٰ کے علم میں کوئی تغیر ممکن نہیں۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک ماضی و مستقبل برابر ہیں۔ لیکن حادث زمانی کے خارجی وجود سے خداتعالےٰ کی طرف اس کی واقعی اضافت کا امکان ہی نہیں پایا جاتا۔ بالفاظ دیگر محدثات کے حدوث سے پہلے خداتعالےٰ تو ان کا خالق ہے۔ لیکن وہ اسکے واقعی اور حقیقی مخلوق نہیں ٹھہر سکتے۔ اس لئے ان کے ساتھ خدا کی حقیقی اضافت کا فرض ہی محال ہے۔

براعتبار سوم :۔ ملہ کلی قدیم و جزئیات حادث فرض کرنے سے کلی و جزئی مضافین نہ رہیں گے۔ کیونکہ مضافین میں تقدم و تاخر زمانی محال ہے ملہ اگر کلی قدیم موجود مفروض ہو۔ اور جزئیات حادث اور مسبوق بالعدم۔ تو حدوث جزئیات سے پہلے کلی حقیقی ہوگی اور جزئی اعتباری مفروض ہوگی۔ اس لئے ان کی اضافت محال ہوگی۔ کیونکہ مضافین میں سے ایک حقیقی ہوگا۔ تو دوسرا ضرور حقیقی ہوگا حقیقی و اعتباری میں اضافت ممکن نہیں ملہ قدیم کلی و حادث جزئیات میں انفکاک لازم آئے گا۔ حالانکہ کلی و جزئیات میں ملازمت پائی جاتی ہے اور انفکاک محال ہے ملہ کلی کا وجود اپنے افراد میں ہی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی انسانی فرد کے بغیر انسان کلی (انسانی ماہیت) کا جداگانہ وجود محال ہو بلکہ انسان کا تصور ہی محال ہے پس حادث جزئیات سے قدیم کلی مرتب نہیں ہو سکتی۔ اور جزئیات کے بغیر کلی کا وجود ہی محال ہے۔

لیکن یہ تینوں باطل اعتبارات اس استحالہ کا کوئی عذر نہیں پیش کر سکتے کہ ذات الٰہی کی خارجی اضافت کا ازلی امکان فرض کر لینے کے باوجود مرتبہ ذات میں خداتعالےٰ اضافت سے خالی مفروض ہوگا اور صرف خارجی اضافت سے وجوب میں امکان کا اضافہ اور ذات کا استکمال لازم آئے گا۔

(۶)

جیساکہ بیان ہو چکا۔ کہ ذات واجب کی اضافت صرف

ممکنات محدثہ کے ساتھ ماننے سے اس کی ازلی اضافت کا انکار لازم آئے گا۔ جو کہ محال ہے۔ اور ازلی اضافت کو صرف خارجی ماننے سے تعدد قدما کا فرض اور مرتبہ ذات میں عدم اضافت کا نقص لازم آئے گا۔ اور وہ بھی محال ہے۔ پس جیسا کہ مبرہن ہو چکا۔ ذات واجب کی حقیقی اضافت، ضرور ازلی و باطنی ہوگی اور اگر استدلال انی سے استنباط کے لئے کائنات عالم پر غور کریں۔ تو وہ حقیقی اضافت بطور ظہور کے ہی ہو سکتی ہے چنانچہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عالم محسوسات میں جتنے مدارج کی جسمانی زندگیاں پائی جاتی ہیں۔ ان سب کی ذاتی اضافت بطور اپنی ماہیت کے ظہور کے ہی ہوتی ہے۔ جیسے کہ نباتات سے بیج یا پھل وغیرہ کی اضافت میں ان کی ماہیت کا ظہور۔ اور حیوانات میں نر و مادہ اور نوع انسان میں والدین (کیونکہ تذکیر و تانیث کے متقابلین ہی حیوانی زندگی کی پوری ماہیت ہیں) سے بچوں کی اضافت میں اپنی ماہیت کا ظہور۔ یعنی ماہیت سے ماہیت کا اضافی قیام بطور ظہور کے ہوتا ہے۔ نہ کہ فاعل سے فعل کے اضافی قیام کی مانند صدور کے طور پر۔ لامحالہ صدوری قیام کے مقابل ظہوری قیام کہیں افضل ہے کیونکہ حیوانی زوجین کے طبعی میلان اور حقیقی راحت کی اضافت اپنی مصنوعات کے ساتھ اس اعلیٰ پایہ کی نہیں ہو سکتی۔ جیسی کہ اپنی اولاد کے ساتھ۔ اور کسی فاعل کے ارادہ کے باوجود اپنے فعل پر قادر نہ ہونے کا سبب، تو قوت فعل یا آلات فعل کی کمی ہوگی۔ لیکن طبعی خواہش کے باوجود اولاد کے قیام ظہوری سے بے بہرہ ہونا طرفین (دونوں یا ایک) کی جسمانی ماہیت کے ظہور کی استعداد یا قانون فطرت کی تکمیل میں کمی پر دال ہوگا۔ اس مثالی استدلال کے متعلق یہ نگہداشت ضرور ہے کہ نباتی اور حیوانی اور انسانی زندگیوں سے تو ان کی جسمانی ماہیت کے ظہور کی مذکورہ مثالیں محدود و متجزی و حادث و متاد خا اجسام کے ظہورات سے متعلق ہونگی۔ لیکن ذات الٰہی چونکہ جسم و اجزا و حدوث و حدود سے پاک ہے۔ اس لئے جبکہ گذشتہ بیانات میں خدا تعالےٰ کی ازلی و ذاتی و باطنی اضافت متحقق ہو چکی ہے تو اس ازلی و ذاتی و باطنی اضافت کی مثالی تعبیر، حقیقی نفس و ازلی نور سے حقیقی اضافی و ازلی نور کا قیام، ازلی و باطنی ظہور تجلی کے طور پر ہے۔ نہ کہ حادث خارجی ظہور تجزی کے طور پر۔ اور ازیں جہت انسانی تفہیم و تفہیم کے لئے مثالی معنی میں واحد الٰہی ذات کے باطنی مضافین میں حقیقۃً محضہ بمنزلہ آب کے ہوگی۔ اور حقیقۃً اضافۃ بمنزلہ آبن کے۔ اور مضافین کی ذاتی وحدت بمنزلہ حقیقۃ روحی کے۔ بالفاظ دیگر خلاصۂ استدلال یہ ہے۔ کہ اگر مخلوقات (معلول) سے خالق (علت تام) کی ذات پر استدلال کریں۔ تو مخلوقات کے مدارج میں اعلیٰ درجہ زندگی کا ہے اور زندگیوں میں اعلیٰ درجہ انسانی زندگی کا ہے۔ جو عقل وغیرہ کی افضل صفات سے متصف ہے۔ اس سے مستنبط ہوتا ہے۔ کہ ذات خالق میں حکمت۔ ارادہ۔ قدرت وغیرہ صفات کی لازمی شرط یعنی حیات کامل ضروری ہے۔ جس کے اعتبار کے بغیر دیگر صفات کا اعتبار ہی محال ٹھہرے گا۔ اور مخلوقات سے خالق پر مثالی استدلال کے رو سے کامل حیات کا خاصہ بلا استثنا مخلوقات کے ہر درجہ حیات میں اپنی ماہیت کے ظہوری قیام کا افادہ ہے۔ پس ذات خالق کا کمال بھی نہ صرف قیام صدوری (فعل تخلیق) کی حادث و محدود خارجی اضافت بلکہ قیام ظہوری کی ازلی و ذاتی و باطنی اضافت ہے۔ اور حادث و محدود و خارجی مضافات کا قیام اسی ازلی و ذاتی و باطنی ظہور کی تاثیر کا صدوری اثر اور مخفی کمال کی شہودی مثال ہے اور اگر ذات واجب سے ازلی و ذاتی و باطنی اور واحد اضافت کا ظہور ممتنع مفروض ہو (حالانکہ یہ وہم محض پر مبنی مفروضہ ہے جو استدلال انی کی رو سے خلاف عقل ٹھہرتا ہے) تو اس سے اپنی ماہیت کے برخلاف (اگر اس کے لئے اضافت ذاتی ممتنع مفروض ہو) حادث و محدود و متغیر و خارجی اور کثیر مضافات کا صدوری قیام اور ان سے متعلقہ انضمامی اضافت کیونکر ممکن متصور ہوگی؟

(۷)

جیسا کہ رسالہ اثبات التثلیث فی التوحید میں بیان کیا جا چکا ہے۔

ممکنات محدثہ کے وجود و حدوث و بقا کے لئے تین علتوں کی صورت ناگزیر ہے۔

۱۔ علت مفیدہ۔ کیونکہ ممکن الوجود کا اپنی ماہیت کے اعتبار سے نہ وجود ضروری ہے اور نہ عدم اور وہ مسبوق بالعدم ہے

پس اس کے وجود کی عدم پر ترجیح کے لئے واجب مؤثرہ کے افادہ (علت مفیدہ) کی ضرورت ہے۔

۲۔ علت محدثہ۔ کیونکہ علت مفیدہ کا افادہ ازلی ہوگا۔ اور کائنات محدثہ کا وجود حادث ہے پس حدوث وصدور ممکن کیلئے ایک اور یعنی علت محدثہ کی احتیاج بھی ناگزیر ہے جو ازلی علت مفیدہ اور معلول حادث میں بطور واسطہ ہو۔ تاکہ ازلی علت مفیدہ سے خاص وقت میں معلول کے صدور کی ترجیح کا سبب ہو۔ ورنہ ازلی افادہ کی بجائے خاص زمانہ میں اور حادث تاثیر کے لئے ترجیح بلا مرجح نظر بخصوص وقت لازم آئے گی۔ پس علت قدیم کے ساتھ معلول حادث کے ربط کے لئے علت محدثہ کا واسطہ ناگزیر ہے۔ جس کی علت مفیدہ کے ساتھ تو اضافت ازلی اور باطنی ہوگی۔ مگر مخلوق حادث کے ساتھ اضافت حادث اور خارجی ہوگی۔

۳۔ علت مبقیہ۔ ممکن الوجود نہ صرف اپنے وجود و حدوث میں بلکہ اپنے بقا میں بھی تاثیر واجب کا محتاج ہے۔ کیونکہ وہ اپنے وجود میں مستقل اور قائم بالذات نہیں۔ اس لئے اس کے وجود کے لئے علت مفیدہ اور حدوث زمانی کے لئے واسطہ علت محدثہ اور اس کے بقا کے لئے واسطہ علت مبقیہ کی ضرورت ہے جو ازلی مضافین کی ازلی اضافت یعنی وحدت ذاتی اور مثالی معنی میں بمنزلہ حقیقت روحی ہوگی۔ ورنہ دو متغائر ازلی ماہیتوں کے فرض سے تیسری متغائر ماہیت کی ضرورت اور تکثر وجوبا کا محال لازم آئے گا پس علت مفیدہ سے علت محدثہ کے وسیلے سے ممکنات محدثہ کا صدور (قیام صدوری) یعنی مخلوقات کی تخلیق ہوگی اور علت محدثہ سے علت مبقیہ (مضافین ازلی کی حقیقۃ وحدۃ) کے وسیلہ سے مخلوقات کے ارتقا اور بقا کی تاثیر کا عکسی افادہ ہوگا۔

(۸)

ذی عقل ہستیوں کے ہر اختیاری کام کی ضرور کوئی غائت ہونا چاہئے پس اگر کوئی فاعل مختار کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے گا۔ تو اس کام سے اس کا اپنا استفادہ مقصود ہوگا یا کسی دوسرے کے لئے افادہ۔ اور انسانی طبیعت کے موافق دوسروں کے لئے افادہ کا دامی (مقتضی فعل) حصول ثواب ہوگا یا اضافت محبت۔ یعنی دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا کام نیکی کے خیال سے کرے گا یا ان کی محبت کی وجہ سے۔ اور جو کام کسی کے خوف یا اپنے لالچ کی وجہ سے کئے جائیں گے وہ اضطراری ہوں گے کہ اختیاری اور طبعی میلان پر مبنی۔ پس انسان کی طرف سے حقیقی ایثار کے کاموں کا دامی اضافت محبت ہی ہوسکتی ہے۔ اور محبت کی فضیلت ہمہ گیر طور پر ایسی مسلم ہے۔ اور اس کے زیر اثر ہر طرح کے ایثار کا صدور ایسا بدیہی امر ہے۔ کہ اس کے متعلق کسی قیل وقال کی گنجائش ہی نہیں۔ پس استدلال انی کے رو سے خالق کائنات کی کامل ذات اس افضل صفت کمال سے خالی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اگر اس کی محبت کی اضافت صرف مخلوقات کی طرف مفروض ہو۔ تو ازلیت اور مرتبہ ذات میں اس صفت کمال کے نہ ہونے سے استکمال لازم آئے گا۔ اور یہ صرف انضمامی ٹھہرے گی۔ اور ذات واجب میں امکان وحدوث کا اضافہ لازم آئے گا۔ نیز ازلی وغیر محدود ذات کی محبت کی سیری محدود و حادث مخلوقات کی اضافت سے ممکن نہیں۔ پس محبت کی اضافت کا واجب بالذات میں ازلی و باطنی ہونا ضرور ہے۔ اور جبکہ حقیقۃ محضہ سے حقیقۃ اضافۃ کا ظہور بطور ازلی تجلی کے ماننا لابد اور ناگزیر ہے۔ جیساکہ پیشتر مبرہن ہوچکا۔ تو حقیقۃ محضہ بمنزلہ اب اور حقیقۃ اضافۃ بمنزلہ ابن میں محبت کی غیر محدود وازلی و باطنی اضافۃ کے انکار کی گنجائش نہیں۔ پس حقیقۃ محضہ سے حقیقۃ اضافۃ کے وسیلہ سے ممکنات محدثہ کا صدور اس ازلی محبت کے کمال کی معموری اور باطنی تاثیر کا خارجی اثر ٹھہرے گا۔ جو اس قسم کے سوالوں کا مسکت جواب ہے کہ اگر خدا تعالے کامل بالذات اور مستغنی عن الغیر ہے تو اس نے کائنات محدثہ اور مخلوقات خارجہ کو کیوں پیدا کیا؟ اور کیوں اس کو سنبھالتا ہے؟ اور بنی آدم کی بے شمار نافرمانیوں اور مکروہ گناہوں کے باوجود وہ قدوس مطلق اور غیور خداوند کیوں تحمل کرتا ہے؟ اور اس کی قدوسیت اور غیرت اور قدرت کیوں گنہ گاروں اور سرکشوں کی ابدی ہلاکت کا موجب نہیں ہوتی؟

---

(۹)

جیالوجی اور ارکیالوجی کی بدیہی شہادتیں اور استدلال و مشاہدہ پر مبنی حکمار عالم کے متفقہ مسلمات کے رو سے ویدنی کائنات کا تدریجی ارتقا اس قدر مسلم الثبوت ہے کہ اس کی تصدیق کے لئے کسی بحث ونظر کی ضرورت نہیں۔ اگر اس کے متعلق اختلاف آرار ہے۔ تو اس امر میں کہ اس تدریجی ارتقا کا حقیقی نظام فوق الفطر اور الہٰی حکمت وقدرت سے متعلق ہے یا محض اتفاقات سے وجود پذیر اور عقل وارادہ سے بے بہرہ طبعی قوتوں کے اضطراری حوادث سے متعلق ہے؟

جو لوگ خدا کی ہستی پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے۔ کہ مخلوقات کے ارتقا کی تکمیل اور اس سلسلہ کی آخری اور انتہائی جزئی وہ ہو سکتی ہے۔ جس سے اعلیٰ درجہ کی مخلوق کا امکان تک باقی نہ رہے۔ ورنہ یا تو مخلوقات کا سلسلہ ناقص ٹھہرے گا اور اس کی تکمیل کے لئے کسی اور مخلوق کی ضرورت لازم آئے گی۔ اور یا ایسے مخلوق کو آخری جزئی قرار دینے سے کہ جس سے اعلیٰ مخلوق کا امکان باقی ہو۔ خالق کی قدرت مطلقہ کا انکار لازم آئے گا۔ کیونکہ ایسی جزئی کو اس کا آخری مقدور قرار دینا جس سے اعلیٰ مخلوق کا تصور ممکن ہو۔ اس کی قدرت کے لئے حد کا مستلزم ہوگا۔

عالم محسوسات میں مخلوقات کے مدارج، جمادات۔ نباتات۔ حیوانات اور نوع انسان ہیں۔ اور مذہبی عالم میں نوع انسان کو جسمانی اور روحانی عالم کا درمیانی یا بالفاظ دیگر ایسی نوع مانا جاتا ہے جس کی جسمانی طبیعت، عالم اجسام سے اور روحانی طبیعت، روحانی نظام سے وابستہ ہے۔ مگر سارے غیر مسیحی مذاہب اس امر پر متفق الکلمہ ہیں۔ کہ انسانی نوع ہے مخلوقات کے سلسلہ کا آخری درجہ ہے۔ اور اسی کے بعض افراد اپنی عبادت اور اعمال حسنہ اور دیگر اکتسابی وسائل اور بعض اس کے علاوہ خالق کی طرف سے اعزازی رتبہ پانے کے سبب سے اپنی محدود وحادث قابلیتوں کے ساتھ ہی انجام کار خدا تعالےٰ کی غیر محدود وازلی ذات تک رسائی حاصل کر لیں گے۔ اور اس طرح سے انسانی افراد کو محدود وحادث ماہیت کا انسان اور خدا تعالےٰ کو ازلی و غیر محدود ذات کا خدا یعنے دونوں ۔۔۔۔۔ ماہیتوں میں بون البعد اور غیر متناہی دوری ماننے کے باوجود انسانی افراد کا الہٰی ذات تک توصل ممکن مفروض ہوگا اور حادث ومحدود انسان کی اپنی محدود وحادث قابلیتوں اور محدود وحادث ماہیت کے ساتھ غیر محدود ازلی ذات تک رسائی ہو سکے گی۔ لیکن یہ عقیدہ خلاف عقل ہے کیونکہ:۔

اپنی محدود وحادث وترقی پذیر قابلیتوں کے ساتھ اور انسانی ماہیت رکھتے ہوئے انسانی افراد کی ذات الہٰی تک رسائی کا اعتبار اسی صورت میں ممکن ہوگا جبکہ ذات الہٰی کی ازلیت سے مراد انگنت اوقات کی کمیت زمانی ہو۔ اور اس کی بے حدی سے مراد بے روک وسعت کی کمیت مکانی ہو۔ لیکن اس مستحیل اعتبار سے خدا تعالےٰ کے وجوب واستقلال اور اس کے محیط کل وعلیم کل اور سرود یا یک اور سر دگیہ ہونے کے مسلمات، ریت پر مبنی عمارت کی طرح عقلی استدلال کے طوفان سے پاش پاش ہو جائیں گے۔ اور اگر اس کی ازلیت سے یہ مراد ہو کہ وہ زمانی اوقات کی ہر اعتبار کی کمیت سے منزہ ہے اور اس کے نزدیک ایک دن اور ہزار سال اور ماضی ومستقبل برابر ہیں۔ اور اس کی بے حدی سے یہ مراد ہو۔ کہ وہ ہر طرح مکانی کمیت کی حدود وقیود سے پاک ہے۔ اور اس کے نزدیک دوری اور نزدیکی اور ایک گز اور ہزار میل کا ماپ مساوی ہے اور اس کی ذات ہر طرح کے تنگمات اور تکلفیات سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اور وہ مستقل بالذات اور بے تبدیل ہے۔ تو پھر کسی محدود وحادث مخلوق کی اس تک رسائی کا فرض عقلی اعتبار سے محال اور مذہبی اعتبار سے بدترین کفر متصور ہوگا۔ کیونکہ اس اعتبار سے یہ مفروضہ لازم آئے گا۔ کہ انسانی ماہیت اپنی محدود حدوث کی حدود وقیود کو پار کر کے ازلیت وبے حدی کی فوق القیاس رفعت تک پہنچ سکتی ہے یا سادہ الفاظ میں انسانی افراد، الوہیت کے درجہ تک پہنچ کر خدا بن سکتے ہیں پس اس سے بڑھ کر

از روے عقل مستلزم محال اور بہ اعتبار مذہب مستلزم کفر مفروضہ ہو نہیں سکتا۔ اس وجہ سے یا تو مخلوقات کے انتہائی اور آخری درجہ کے ساتھ ذات الٰہی کا اتصال قطعاً محال ٹھہرے گا اور اس فرض سے حادث و محدود مخلوقات کا صدور بھی ذات الٰہی سے مستلزم محال ہوگا۔ کیونکہ اگر مخلوقات کے کمال و انجام کی اضافت خدا تعالےٰ کے ساتھ ممتنع مفروض ہو۔ تو اس کے آغاز ابتدا کی اس کے اضافت کا اعتبار بدرجہ اولیٰ محال ٹھہرے گا تاوقتیکہ یہ نہ مان لیا جائے۔ کہ مخلوقات کے وجود کے صدور و آغاز کا باعث ممکنات (جو مسبوق بالعدم ہیں) کی استعداد نہیں۔ بلکہ ذات الٰہی کی حقیقۃ اضافۃ (جو حد و حدوث سے مناسبت رکھتی ہے) کے وسیلہ سے حقیقۃ محضہ کے ازلی افادہ کی حادث تاثیر ہے اور اسی حقیقۃ اضافۃ کے واسطہ سے ازلی غیر محدود ذات الٰہی کی محدثات و محدودات کے ساتھ اضافت ہے۔ اور اسی کے واسطہ سے ذات واجب کی علت معتبرہ کی تاثیر سے ممکنات و محدثات کے لئے ارتقاء و تاثر کا استفادہ ممکن ہے۔

الغرض مخلوقات کے کمال و انجام کی اضافت و اتصال ذات الٰہی کے ساتھ عقلی اعتبار سے ضروری ثابت ہوتی ہے لیکن یہ ضرورت ممکنات کی طرف سے نہیں۔ بلکہ ذات الٰہی کی طرف سے تکمیل پا سکتی ہے۔ یعنی ماہیت انسانی و ماہیت واجب میں اتصال کا امکان، انسانی ماہیت کے ذات الٰہی کے ساتھ توصل کے اعتبار سے محال ہے۔ لیکن ذات الٰہی کے انسانی ماہیت کے ساتھ توصل سے نہ صرف ممکن بلکہ ضروری ٹھہرتا ہے۔ یا مثالی اعتبار سے سادہ الفاظ میں یہ مطلب ہے کہ مخلوقات کے انتہا و انجام کے ذات الٰہی سے اتصال کا امکان، مخلوقات کی صعودی جزئی کے الوہیت کے ساتھ توصل کی جہت سے نہیں بلکہ ذات واجب کی حقیقۃ اضافۃ کے واسطہ سے ازلی محبت کے افادہ کے نزولی ایثار اور انسانی ماہیت کے ساتھ توصل کی جہت سے ہے۔ اور انسانی فہم کے مطابق مثالی الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ الٰہی اور انسانی ماہیتوں کی ملاقات انسانی ماہیت کے الٰہی ذات کو اختیار کرکے اس کے ساتھ اشتراک کی جہت سے تو محال اور کفر ہے۔ لیکن الٰہی ذات کے انسانی ماہیت کو بطور مظہر (حقیقی اضافی بیت اللہ) اختیار کرکے اس کے ساتھ اشتراک کی جہت سے نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری ہے اور انسانیت کے الٰہی ذات کے ساتھ ملاقات اور اتصال سے مراد کسی انسانی فرد کا ایمان کے وسیلہ سے حقیقی اضافی بیت اللہ (حقیقۃ اضافۃ کا ظرف ظہور) کی انسانیت میں روحانی اشتراک حاصل کرنا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ذات واجب کو قادر مطلق اور سرو شکتیمان ماننے کے باوجود یہ فرض کر لیا جائے کہ مخلوقات کا ارتقا نوع انسان پر ختم ہوگیا۔ اور یہی قادر مطلق کا آخری اور انتہائی مقدور ہے۔ اور انسانیت و الوہیت کے درمیان جو غیر متناہی بعد پایا جاتا ہے۔ اس کو وہ کسی ایسی اعلیٰ مخلوق سے پر نہیں کر سکتا۔ جو اپنی ماہیت کے اعتبار سے نہ صرف مخلوقات سے موافقت بلکہ الوہیت سے بھی موافقت و مناسبت رکھتی ہے۔ اور مخلوقات کی انتہائی اور اعلیٰ و اکمل جزئی کے طور پر خالق اور مخلوقات میں درمیانی ہو سکتی ہے جس کے وسیلہ سے خدا کا دنیا کے ساتھ میل کر لینا ممکن ہو۔ تو اس ضعیف مقدور یعنی انسان سے اعلیٰ مقدور و مخلوق کے امکان بلکہ کے باوجود قادر مطلق کی طرف سے اس کا افادہ نہ ہونا اسکی قدرت مطلقہ کے منافی ٹھہرے گا۔

پس لامحالہ یہ ماننا پڑے گا۔ کہ خدا تعالےٰ نے انسان ہی کو اعلیٰ اور آخری مخلوق نہیں بنایا۔ بلکہ اس کے بعد حقیقۃ اضافۃ کے انسانی ماہیت کو اپنا دائمی مقدس (حقیقی اضافی بیت اللہ) بنانے سے نوع انسان سے اعلیٰ اور نئی مخلوق کا وجود پذیر ہونا ضرور ہے اور اس نئی مخلوق کا مثال آدم ہی اپنی ذاتی و ازلی حیثیت سے ذات الٰہی کے ساتھ واحد، اور اپنے ایثار و اختیار سے حادث و محدود انسانی ماہیت کو اپنا دائمی مظہر بنانے کے باعث اس سے متحد ہو کر خدا اور انسان میں درمیانی ہو سکتا ہے اور اسکے وسیلے سے ہی خدا اور دنیا میں میل ہو سکتا ہے پس وہی الوہیت اور انسانیت میں واسطہ اتصال اور ایشور تو اور منشتو میں سنگم ہو سکتا ہے۔ اور اگر

اس الٰہی فضل کا انکار کریں تو ازلی و غیر محدود ذات واجب سے حادث و محدود مخلوقات اور الٰہی ذات سے انسانی ماہیت کا بلاواسطہ اتصال ہر طرح سے غیر ممکن اور محال مطلق ٹھہریگا۔

کیا کوئی عقلمند شخص اس بدیہی حقیقت کا انکار کرسکتا ہے کہ ملاقات کے لئے طبعی مناسبت بلکہ وحدت ضروری ہے؟ اور دو متباین ماہیتوں حتیٰ کہ بندر اور انسان (جن کی نوعی ماہیت کو منکرین خدا متحد قرار دیتے ہیں) میں بھی ملاقات محال ہے پس خدا اور انسان جن کی ماہیتوں میں غیر متناہی بعد ہے) میں ان کی جداگانہ ماہیتوں کے ساتھ ملاقات کیونکر ممکن ہے؟ بنابریں ملاقات کے لئے متحد بالطبع ہونا ضرور ہے اور یہ اتحاد لامحالہ انسانیت کی طرف سے نہیں بلکہ الوہیت کی طرف سے ہی ممکن ہے۔

(۱۰)

کسی انسانی فرد کے لئے مفہومات اعتباری اور اشیاء خارجہ کا علم وادراک اس کے استفادہ کی استعداد کے موافق ہی ممکن ہے۔ اور جو چیزیں اس کے احساس وادراک کی پہنچ سے باہر ہیں۔ ان کا صحیح علم وعرفان صرف اپنے حسی قوئی اور عقلی استدلال سے حاصل کرلینا اس کے لئے قطعاً محال ہے۔ اس حقیقت کا واضح اور ہمہ گیر ثبوت، انسانی افراد کی اپنی ہی روح کی ماہیت سے لاعلمی ہے۔ چنانچہ وہ ماہیت جس سے ان کی انانیت وابستہ ہے۔ اور جس کی ہستی اسے بلاواسطہ اور علم حضوری کے طور پر معلوم ہے۔ اس کے متعلق ہزاروں سال کے بے شمار عاقل وبالغ انسانی افراد کی جستجو اور غور وفکر کے باوجود آج تک یقینی طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا۔ کہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے وہ کوئی جسمانی قوت ہے۔ یا کسی غیر مادی کلی کا فرد ہے؟ اور اس کی ہستی کے آغاز وانجام کی کیا کیفیت ہے؟ لیکن بایں ہمہ کسی عاقل وبالغ انسانی فرد کے لئے ظرف انانیت کی ہستی کا انکار ممکن نہیں۔ پس کسی روحانی اور فوق العقل ہستی کے متعلق انسانی لاعلمی اس ہستی کے عدم کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

خالق کائنات کی ہستی کے متعلق کائنات عالم کے وسیلہ سے جو استدلالی علم حاصل ہوتا ہے۔ اس سے اس کے ازلی اور غیر محدود اور مستقل بالذات ہونے کی ضرورت ثابت ہے ازیں جہت نہ صرف نوع انسان بلکہ کوئی بھی مفروض حادث ومحدود مخلوق اپنی محدود وحادث قابلیتوں کے ساتھ اس کو جان نہیں سکتا حتیٰ کہ محدود مخلوق اپنی قابلیتوں میں خواہ کتنی بھی ترقی کرے۔ محدود پر محدود کا اضافہ اسے غیر محدود تک نہیں پہنچا سکتا۔ وہ کسی دیگر مخلوق محض کے واسطہ سے بھی خواہ وہ کوئی فرشتہ اور اس سے بھی اعلیٰ محدود وحادث مخلوق کیوں مفروض نہ ہو۔ ذات غیر محدود وازلی کے حقیقی علم وعرفان کا استفادہ اس کے لئے محال وممتنع ہے اور کائنات عالم کے استدلالی وسیلہ سے خالق کائنات کی ہستی کی ضرورت اور اس کے بعض اضافی محض وسلبی صفات کا مثالی علم ہی حاصل ہوسکتا ہے مگر اس کی ماہیت کے حقیقی علم وعرفان کا امکان تک نہیں پایا جاتا۔

المختصر کسی محدود وحادث مخلوق کے لئے تو اپنی محدود وحادث قابلیتوں کے ساتھ ذات غیر محدود وازلی کے حقیقی علم وعرفان کا استفادہ قطعاً محال ہے۔ پس عقلی اعتبار سے اس امر کا صرف ایک ہی مفروض امکان باقی رہ جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ساری وسعت مکانی اور کمیت زمانی چونکہ بے حدی وازلیت کے احاطہ میں ہے اور اور خدا تعالیٰ کے مخلوقات کی علت تام ہونے کی جہت سے ممکنات محدثہ ومحدودہ کے ساتھ اس کی محدود وحادث اضافت کی ضرورت لازم آتی ہے۔ اسلئے وہ کسی ایسے محدود وحادث مظہر کے ساتھ اس طرح کی الٰہی یا عارضی مضافیت کا علاقہ رکھ سکتا ہے جیسے کہ انسانی روح (نفس ناطقہ) کا انسانی جسم کے ساتھ ہوتا ہے وہ اس محدود وحادث مظہر کو مخلوقات کی محدود وحادث قابلیتوں کے موافق استفادہ کے لئے اپنے حقیقی علم وعرفان کے افادہ کا واسطہ بنا سکتا ہے نیز نوع انسان کے ابتدائی مدارج کی روحانی استعداد کے موافق حقیقی معرفت تک تدریجی رسائی کیلئے اپنی ازلی وغیر محدود ذات وحقیقی کے عرفان کا افادہ مثالی پیرایہ میں انسان ہی کے محدود وحادث تصورات والفاظ کے ظروف میں کرسکتا ہے اور اگر ذات واجب کے مثالی علم کے افادہ کیلئے اضافی محض م

(م یعنی انسانی تصورات والفاظ ظروف کا واسطہ الفقی العام) ماننا شان الٰہی کے منافی

نہیں۔ تو حقیقی مکاشفہ کے افادہ کے لئے حقیقی اضافی واسطہ (کلمۃ اللہ کا مظہر) ماننے سے کیسے کفر و شرک لازم آتا ہے؟ اور کلمۃ اللہ کے محدود و حادث مظہر اور حقیقی اضافی بیت اللہ (جو قدیم و حادث سے حقیقی مناسبت و دائمی اضافت رکھے) کے واسطہ کے بغیر کسی محدود و حادث مخلوق کو اس کے حقیقی علم و عرفان کا وسیلہ اور بلا واسطہ یا محض مخلوق کے واسطہ سے اس غیر محدود و ازلی ذات تک رسائی ماننا کیوں بدرجہ اولی کفر و شرک نہ ٹھہرے گا؟ اور اگر یہ مان لیں۔ کہ کسی حادث و محدود یعنی اضافی محض واسطہ سے نہ اس کے حقیقی علم و عرفان کا حصول ممکن ہے اور نہ کسی مخلوق محض کے وسیلہ سے اس تک رسائی ہو سکتی ہے۔ اور باایں ہمہ اس کے حقیقی عرفان کے لئے حقیقی اضافی واسطہ اور حادث مظہر میں ازلیت کے ظہور کے واسطہ کا انکار کریں تو اور کوئی امکانی صورت ہو نہیں سکتی (پس) ذات الٰہی کے حقیقی علم و عرفان اور اس تک امتناع لازم آئے گا

الوہیت کی حقیقۃ اضافہ کے حادث و محدود مظہر یعنی حقیقی اضافی بیت اللہ کے متعلق جاننا چاہئے کہ:- ۱۔ حقیقۃ محضہ کا ازلی و باطنی ظہور تجلی ہونے کی جہت سے محدود و حادث مظہر میں ذات الٰہی کی حقیقۃ اضافہ کا ظہور ہی ممکن ہے جس کے ازلی ذات سے حادث مخلوق کے صدور کا واسطہ ہونے کی جہت سے قدیم و حادث دونوں سے اضافت و مناسبت ہے اور انسانی تفہیم و تفہیم کے لئے کلمۃ اللہ و ابن اللہ کی مثالی اصطلاح سے نامزد ہے۔ اس کے سوا حقیقۃ محضہ کا حادث و محدود مظہر میں بلا واسطہ ظہور محال و ممتنع ٹھہرے گا۔

۲۔ دائمی اور کامل مظہر (حقیقی اضافی بیت اللہ) سے پیشتر نوع انسان کی ابتدائی و تدریجی روحانی استعداد کے موافق عارضی مظاہر ضروری ہیں۔ لیکن ان مظاہر کی طرف نقص کی اضافت مستفید کی قابلیت کے موافق افادہ کے ظرف ظہور کی طرف ہو گی نہ کہ حقیقۃ اضافہ کے ظہور کی طرف ۳۔ کائنات عالم کی اشرف کلی یعنی نوع انسان اور اس کے واسطہ سے ساری مخلوقات کے بحیثیت مجموعی کامل اور دائمی استفادہ کے لئے اور قدیم علت افادہ اور حادث معلول کے استفادہ میں دائمی ربط کے لئے حقیقۃ اضافہ کا انسانی ماہیت کے ساتھ مصاحبت کا دائمی اور غیر منفک علاقہ ضرور ہے۔ ورنہ ایک مظہر کے بعد دوسرا اور اس کے بعد تیسرا اور اسی طرح عارضی مظاہر کا سلسلہ غیر متناہی ٹھہرے گا۔ اور اس سے عارضی مظہر کی ضرورت تا دوام باقی رہے گی کیونکہ ان کے واسطہ سے دائمی و کامل افادہ و استفادہ کا امکان نہ ہو گا مگر دائمی اور کامل مظہر کے بعد کسی اور مظہر کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۴۔ حقیقۃ اضافہ کا ظرف ظہور نوعی اعتبار سے تو دیگر طبعی جزئیات کی مانند ہو گا لیکن تخلیقی اعتبار سے وہ طبعی جزئیات میں سے ایک نہ ہو گا یعنی بالواسطہ اور طبعی مخلوق نہ ہو گا۔ بلکہ اس کی پیدائش، طبعی قانون تخلیق سے مستثنیٰ بطور الٰہی مخلوق (جیسے کہ مقدس آدم و حوا ابتداً میں بطور الٰہی مخلوق پیدا ہوئے) اور الشوری سرشت کے ہو گی۔ اس کے سوا اگر مثال کے طور پر ذات الٰہی کی حقیقۃ اضافہ کا محدود و حادث ظہور فوق الفطرت تخلیق کی آگ کی بجائے طبعی آگ کے ظرف میں مفروض ہو۔ تو اس ظرف ظہور (حقیقی اضافی بیت اللہ) کے طبعی آگ کی جزئی ہونے کی جہت سے اس کی الٰہی تعظیم کرنے سے شرک فی العبادت لازم آئے گا اور اس مظہر الٰہی کا عابد آتش پرست ٹھہرے گا۔ اسی طرح اگر حقیقۃ اضافہ کا ظہور ایسے انسانی جسم میں مانا جائے جو طبعی قانون کے مطابق انسانی والدین کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو۔ اور اس جسم کی پیدائش فوق الفطرت طریق پر نہ ہوئی ہو تو ایسی طبعی جزئی کی بنا پر ایک ہی جسم سے دو متباین شخصیتوں (یعنی الٰہی و انسانی) کی مصاحبت کا استحالہ لازم آئے گا۔ نیز مظہر حقیقۃ اضافہ یعنی حقیقی اضافی بیت اللہ کے طبعی انسانی جسم ہونے سے اس کی الٰہی تعظیم سے شرک فی العبادت لازم آئے گا۔ اور ایسے الٰہی مظہر کی تعظیم کرنا انسان پرستی ٹھہرے گا۔

(صفحہ ۵۷ کا بقیہ مضمون خلوت میں خداوند کے ساتھ)

اس صورت میں مریم ان سے بہتر ہے جس نے بجائے دھندے اور باہر بیٹھنے کے اس کے پاؤں کے پاس بیٹھ کر اس کا حیات بخش کلام سننا مقدم سمجھا اور یوں وہ اچھا حصہ چن لیا جو اس سے چھینا نہ جائے گا (لوقا ۱۰: ۳۹ و ۴۲) سادھو سندر سنگھ